جمہوریت میں شریک افراد اور جماعتوں کا حکم

کتاب: ادیان کی جنگ
" دین اسلام یا دینِ جمہوریت "
سے اقتباس

مولانا عاصم عمر
دامت برکاتہم

Al-Basirah
البصیرة
13

جمہوریت میں شریک افراد اور جماعتوں کا حکم

کتاب کے دوسرے باب میں نفسِ جمہوریت اور تیسرے باب میں جمہوری نظام کے ایک اساسی ادارےیعنی قرآن سے ہٹ کرفیصلے کرنے والی جمہوری عدلیہ کا کفر واضح کیا گیا ہے۔ اب ایک نظراس پربھی ڈال لیتے ہیں کہ اس جمہوری نظام میں شریک ہونے والی جماعتوں اور افراد کا شرعی حکم کیا بنتا ہے؟

جمہوریت پر من و عن ایمان رکھنے والے لا دین سیاست دانوں اور فوجی افسروں کا حکم

سوال یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہوچکا کہ جمہوریت ایک جدا اور مستقل دین ہے جو اپنی بنیاد سے ہی اسلام کی ضد ہے،تو ملک کی اس لادین سیاسی قیادت اور عسکری اداروں سے وابستہ ان اعلیٰ افسران کا کیا حکم ہوگا جوزبان سے اسلام کا اقرارکرنے کے ساتھ ساتھ دینِ جمہوریت پر بھی ایمان رکھتےہیں، اپنی زبان سے اس کا علی الاعلان اعتراف بھی کرتے ہیں اور اس دینِ جمہوریت کے دفاع اور نفاذِ شریعت کوروکنےکے لیے اپنی پوری ریاستی قوت بھی استعمال کرتے ہیں؟ کیا ان کا کلمہ پڑھنا ان کوکوئی فائدہ دے گا؟کیاان کا اسلام کے ساتھ کسی اوردین کوبھی مقدس مانناَاوراس کی وفاداری کا حلف اٹھانا اسلام کا انکار اورکفر کی تعظیم نہیں؟

جواب:

شریعتِ مطہرہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں ایسے کسی بھی شخص کوکافرکہتی ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ کسی اور دین پریقین رکھتا ہو۔ ایسے شخص کا کلمہ پڑھنا اس کوکوئی فائدہ نہیں دے گا۔کیونکہ جو شخص اس کلمہ کوپڑھتا ہے اور اس کے باوجود وہ دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا بھی قائل ہے توگویا وہ اپنی زبان سے پڑھے کلمہ کا انکارکررہا ہے۔واضح رہے کہ اگر کوئی شخص زبان سے اسلام اور اس کے تمام احکامات کوتسلیم کرے لیکن کوئی ایسا گناہ کرے جو دائرۂ اسلام سے خارج نہ کرتا ہوتو ایسا شخص مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ لیکن یہاں جو صورتِ مسئلہ ہے وہ بالکل مختلف ہے،جیسا کہ اوپربیان کیا گیا۔

اعتراض:

شاید ابھی کچھ لوگوں کی سمجھ میں بات نہ آئی ہو، اور وہ کہہ رہے ہوں کہ جمہوری نظام چلانے والے جمہوریت کو اسلام کے مقابلے میں نہیں سمجھتے، بلکہ ان کا اصل ایمان توقرآن پرہی ہے، اس جمہوریت کو تومحض ایک سیاسی نظام کے طور پراستعمال کرتے ہیں؟چنانچہ یہ کفرِاکبرنہیں، کفرِاصغرہے؟

جواب:

چلیے ہم بھی اس دعویٰ کوتسلیم کرلیتے ہیں، اور اب یہ دیکھتے ہیں کہ اس حکمران طبقے کا قرآن پرکیسا ایمان ہے، اورایسے ایمان کے بارے میں محمد ﷺ کی شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

ان لوگوں کا اس جمہوری نظام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ جوآئین اس نظام کے تحت بنا دیا جائے، وہی اس قابل ہے کہ ملک میں رائج ہو اور خلقِ خدا اسی کے تحت اپنی زندگی گزارے۔ ہر شہری کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسی کی پاسداری و اطاعت کرے اور اس کا وفادار ہو جائے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ (قرآن کے آئین) کی پاسداری کرے، یا اس کے مطابق فیصلہ کرے یا کرائے، یا اپنے

معاملات اس قرآن کے مطابق چلانے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص یا علاقہ اس نظام کا باغی کہلائے گا، اس کو فوج و پولیس کی قوت سے مٹا دیا جائے گا، اور ایسا کرنا اس جمہوری شریعت کی رو سے حلال یعنی آئینی، بلکہ فرض (ڈیوٹی) ہوگا۔ جو فوج اور پولیس اس "کارِخیر" میں حصہ لے گی، اس کو انعام سے نوازا جائے گا، اضافی تنخواہیں دی جائیں گی، اور جو اس فوج کے خلاف لڑے گا، وہ نشانِ عبرت بنا دیا جائے گا۔ کوئی قرآن کو جلا ڈالے، ان کو غصہ نہیں آتا، لیکن اگر کوئی جمہوری پرچم کو جلا دے تو یہ غضب ناک ہوجاتے ہیں۔ کوئی محسنِ انسانیتﷺ، میرے اورآپ کے دل کے سکون، رحمة للعالمین محمدﷺ کی توہین کرے، تو یہ امن و آشتی کا درس دیتے ہیں، لیکن اگر ان کی عدلیہ کی توہین کردی جائے تو سارا نظام حرکت میں آ جاتا ہے۔ اگر کوئی اللہ کے نازل کردہ قانون کو وحشت و درندگی کہے، وہ پارلیمنٹ میں بیٹھا رہتا ہے، لیکن اگر کوئی اس جمہوری ابلیسی آئین کی شان میں گستاخی کردے، تو اس کو پارلیمنٹ سے ہی نہیں بلکہ دنیا ہی سے رخصت کردیا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ کی بھاری اکثریت اللہ کی شریعت کو رد کردے تو ان کو کوئی سزا نہیں، لیکن اگر اس نظام کو کوئی مسلمان رد کر کے نفاذِ شریعت کی بات کرے، تو اس کو جامعہ حفصہ اورسوات بنا دیا جائے۔ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مددکرنا، اس نظام میں کوئی جرم نہیں، جبکہ کلمہ کی بنیاد پردنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمانوں کے دشمنوں سے لڑنا دہشت گردی ہے۔ فلسطین کے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کا ساتھ دینے کے لیے فوج فلسطین جائے تو انعام کے قابل ٹھہرے، اوراگر کوئی مجاہد مظلوم فلسطینیوں کی مدد کوجائے، تووہ جیل جائے۔ خلافت کے خلاف انگریزوں کی طرف سے لڑنا حلال (قانونی)، لیکن احیائے خلافت کے لیے انگریز کے خلاف لڑنا حرام (غیرقانونی)۔ مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے امریکی یہاں آئیں، تو ان کی حفاظت اس نظام کے کارندوں پر فرض (ڈیوٹی) ہے، لیکن اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے آلِ رسول، مکہ و مدینہ سے یہاں آ جائیں تو ان کی باپردہ عورتوں تک کو نشانِ عبرت بنا دیا جائے۔ کشمیر ہمارا ہے...... لیکن وہاں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جائے، اور اگر انہی قاتلوں کے خلاف کوئی ان حکمرانوں کی مرضی کے بغیر جہاد کرنا چاہے، تو اس پر معاہدہ توڑنے کا الزام لگایا جائے، حالانکہ کشمیر میں ظلم کے ہوتے ہوئے بھارتی ہندوؤں کو کیونکر امن دیا جا سکتا ہے......؟

یہ سب امور ان کی زبان سے باربارکہے جاتے ہیں (ان کے بیانات اٹھا کر دیکھ لیجئے)اوران کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔لہٰذا شریعت ان کا دل چیر کر دیکھنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ شریعت ان کے ظاہری قول و فعل پر حکم لگائے گی۔

حکمرانوں کا کفر شک سے بالا ہے!

نیز سوال یہ بھی ہے کہ جس لادین سیاسی اور فوجی قیادت کے بارے میں آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ قوت و سرکشی کے زور پر وہ اس قرآن کو نافذ ہونے سے روک رہے ہیں، اور ایک دو سال سے نہیں...... پورے پینسٹھ سال سے! لہٰذا آپ اگر اس کو کفرِ جحود، (یعنی انکار والا کفر) نہیں کہتے تو اس کے کفرِ عناد (ضد کی وجہ سے کفر) ہونے میں آپ کو کیا شک ہو سکتا ہے؟ ان کا قول و فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں قرآن و سنت والے قانون و آئین سے، شرعی نظام سے، نفاذِ شریعت سے بغض و عناد ہے...... اور یہ کفرِ عناد مخرج عن الملة ہوتا ہے، یعنی دائرۂ اسلام سے خارج کردیتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے کسی ایک بھی حکم سے بغض وعناد رکھنا، اس کو ناپسند کرنا، اس کو ماننے میں بلا عذر ٹال مٹول کرنا، یا اس

کی مخالفت کرنا کفر ہے۔ جبکہ یہاں تو سات دہائیوں سے پوری شریعت کو نافذ ہونے سے روکا ہوا ہے۔ مزید بھی اگر نرمی کی جائے تو شریعت سے اعراض یعنی اس کے احکامات کی تنفیذ میں ٹال مٹول تو واضح ہے، اور یہ بھی کفرِ اکبر کی ایک قسم ہے۔

جہاں تک قرآن اور اسلام کو حق ماننے اور اس حق کا اقرار کرنے کا تعلق تھا، تو یہ کام تو یہود بھی کرتے تھے، لیکن عناد کی وجہ سے اپنے تحریف شدہ دین پر اڑے ہوئے تھے، اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی حال ہماری گردنوں پر مسلط حکمران طبقے کا ہے۔ باوجود اس کے کہ ان کو علم ہے کہ قرآن کے قوانین حق وسچ ہیں، اس کا زبان سے بھی اعتراف کرتے ہیں، بلکہ بعض اپنی ذاتی زندگی میں اس کے بعض احکامات پر عمل بھی کرتے ہیں، لیکن جب اس کے مقابلے میں جمہوری قوانین آتے ہیں تو یہ قرآن کے قوانین کو رد کرنے کے لیے قوت کے استعمال کو حلال سمجھتے ہیں، شریعت کے نام لیواؤں کے خلاف لڑنے کو جہاد کہتے ہیں، کلمہ گو مسلمانوں کی جان و مال اپنے اوپر حلال کر لیتے ہیں، قرآن کے نظام کا مطالبہ کرنے والوں کو باغی کہتے ہیں، حالانکہ اصلاً خود اسلام کے باغی ہیں۔

اس طبقے کی صورتِ حال کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد آپ انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ ان کا ایمان قرآن پر ہے یا اس پر جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے تراش رکھے ہیں؟ جو بھی یہ تراش لیں وہی نافذ العمل، وہی دستور، وہی آئین اور وہی قانون بن جاتا ہے۔ اسی کے مطابق عدالتیں، اسی کے لیے فوج، اسی کے لیے پولیس، اسی کی عبادت کی طرف بلاتے ذرائع ابلاغ......پھر اگلی بار بھی اسی بت خانے کا طواف کرنے ،اسی کے لیے دوڑ دھوپ کرنے ،اسی کے مجاور بننے کے لیے کوششیں جس (پارلیمنٹ) میں وہ الٰہ،وہ معبود اور وہ صنم تراشے گئے جو اللہ کے مقابلہ میں پوجے جاتے ہیں۔

سوا ے علمائے حق!کیا محمد ﷺ کی شریعت میں یہ اجازت ہے کہ کوئی حکمران قرآن پر ایمان کے ساتھ کسی اور شریعت کو اپنے لیے لازم سمجھے، خواہ یہ شریعت تورات یا انجیل کی ہی کیوں نہ ہو؟ قرآن پر ایمان کا دعوے دار ہو اور جمہوریت کی شریعت (یا کسی بھی اور شریعت)کو نافذ کرنے پر بضد ہو، اور اس نظریہ کا اظہار کرے کہ اس دور میں اس شریعت کے علاوہ کوئی اور شریعت قابلِ عمل نہیں رہی؟ ایسا نظریہ رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ایسے رکنِ پارلیمان، فوجی افسر یا جج کا کیا حکم ہے جو کفر و اسلام کے ملغوبہ آئین و قانون کو مقدس قرار دے ؟ اور اس کی تنفیذ کو ہی اپنا اساسی فرض اور اپنے عہدے پر بیٹھنے کا بنیادی مقصد سمجھتا ہو؟

منافق اور منکر میں فرق ملحوظ رکھیے!

مسلم ممالک کا دین دار طبقہ ان مذکورہ طبقات کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ طبقات زیادہ سے زیادہ منافق ہیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے وہ منافقینِ مدینہ کی مثال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بھی منافقین کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ نہیں فرمایا۔

اگر آپ منافقینِ مدینہ کے حالات کا مطالعہ کریں تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ دعویٰ ہی باطل ہے کہ آج کے منکرینِ شریعت حکمران، منافقینِ مدینہ کی طرح ہیں۔ منافقینِ مدینہ نے اعلانیہ طور پر قرآن کے کسی حکم یا قانون کا انکار نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ جہاد میں نکلنے سے بہانے بنا کر تو بیٹھتے تھے، لیکن جہاد کے بارے میں یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مسلح جدوجہد کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ نہ ہی انہوں نے یہ کہا کہ ہم اپنے فیصلے قرآن کی بجائے کسی اور آئین کی رو سے کریں گے ،یا ہم کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کے قانون کو نہیں تسلیم کرتے۔ اسی طرح وہ نماز کے بارے

میں یہ نہیں کہتے تھے کہ نماز ہر ایک کا ذاتی معاملہ ہے، جو چاہے پڑھے، جو چاہے نہ پڑھے۔ جبکہ آج جو حکمران طبقہ اس اُمت پر مسلط ہے، وہ یہ تمام باتیں کھلے عام زبان سے بھی کہتا ہے اور اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہے۔ چنانچہ جو ایسا کہتے ہیں، وہ منافق نہیں،شریعت کے منکر ہیں۔اور اگر اپنے ان باطل نظریات ہی کو اسلام کہنے پر بضد ہوں تو شریعت میں ایسے لوگوں کو ملحد یا زندیق کہا جاتا ہے۔

کیا جمہوریت، محمد ﷺ کی شریعت سے بہتر ہے؟؟؟

ارشادِ ربانی ہے:

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (المائدة: ٥٠)

"کیا وہ جاہلیت کا حکم (نظام) چاہتے ہیں؟ اور یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے اچھا کس کا حکم ہوسکتا ہے"؟

اس کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں، جو اس مضبوط آئین سے نکلے جس میں ہر قسم کی خیر ہے اور جو ہر شر سے روکنے والا ہے۔ اس سے نکل کر کسی ایسے آئین کو اختیار کر بیٹھے جو محض انسانوں کی آراء، خواہشات اور ان اصطلاحات پر مبنی ہے جن کو لوگوں نے شریعتِ الٰہی سے ہٹ کر بنا لیا ہے، جیسا کہ اہلِ جاہلیت گمراہی اور جہالت سے فیصلے کرتے تھے جو انہوں نے اپنی آراء اور خواہشات سے گھڑی تھیں، اور جیسا کہ تاتاری چنگیز خان کے بنائے ملکی سیاست کے قانون سے فیصلے کرتے ہیں، جس کو "یاسق" کہا جاتا ہے،یہ مختلف شریعتوں (یعنی یہودیت، نصرانیت اور اسلام) سے لیے گئے قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس میں بہت سے قوانین ایسے ہیں جو محض گمان و خواہش کی بنیاد پر بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ اس کی اولاد میں اسی (آئین) پر عمل ہوتا رہا، عدالتوں میں یہ لوگ اسے قرآن و سنت سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ پس ان (نام نہاد مسلمانوں) میں سے جس نے ایسا کیا، تو وہ کافر ہے، اور اس سے قتال کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ وہ نفاذِ شریعت کی طرف لوٹ آئے۔ لہٰذا شریعت کے علاوہ کسی بھی آئین سے فیصلہ نہیں کرایا جائے گا، نہ چھوٹے مقدمہ میں نہ بڑے میں"۔

فقیہ امام ابو اللیث سمرقندیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"يعني: يطلبون منك شيئاً لم ينزله الله إليك في حكم الزنى والقصاص كما يفعل أهل الجاهلية"۔

"زنا اور قصاص کے بارے میں وہ آپ سے اہلِ جاہلیت کی طرح اس (قانون) کا مطالبہ کرتے ہیں جو اللہ نے آپ پر نازل نہیں فرمایا"۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی جو لوگ خدا کی شہنشاہیت،رحمتِ کاملہ اور علمِ محیط پر یقینِ کامل رکھتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائقِ التفات نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا یہ لوگ احکامِ الہیہ کی روشنی آ جانے کے بعد ظنون و اہواء (رائے اور خواہشات) اور کفر و جاہلیت کے اندھیرے کی طرف جانا پسند کرتے ہیں"؟

اے دینی مدارس کے طلباء کرام! اے فرزندانِ توحید! اسلاف سوال کر رہے ہیں کہ احکامِ الٰہیہ کے ہوتے ہوئے، توحید کے فرزند اس شریعت کی جانب لوٹنا پسند کریں گے جس کو قومی اسمبلی میں بیٹھے بدکاروں، شرابیوں، لٹیروں اور جامعہ حفصہ کی تمہاری بہنوں کے قاتلوں نے منظور کیا ہو؟ محمد ﷺ کی شریعتِ مطہرہ کے آ جانے کے بعد، آپ اس عدالتی نظام کے خلاف خاموش رہیں گے جہاں غیراللہ کے بنائے قوانین قابلِ احترام سمجھے جاتے ہوں؟ کیا آپ اس آئین کو مقدس مانیں گے جو اللہ رب العزت کے آئین کے مقابلے بنایا گیا، اور جس کی عبادت کے لیے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے؟ ایک طرف محمد ﷺ کی شریعت کا نفاذ چاہنے والے ہیں، اور دوسری طرف اس ابلیسی نظام کو بچانے والی قوتیں ہیں...... اسلاف سوال کرتے ہیں کہ تم کس کا ساتھ دو گے؟ کس کی تعداد میں اضافہ کرو گے؟ اور قیامت کے دن کس کی صف میں اٹھنا پسند کرو گے؟

اللہ کی لعنت سے بچو:

"يكون في آخر الزمان قوم يحضرون السلطان فيحكمون بغير حكم الله، ولا ينهونه فعليهم لعنة الله"۔

"آخری زمانے میں ایسی قوم ہوگی جو حکام کے پاس جایا کرے گی، ان (حکام) کا طرزِ حکومت اللہ کے قانون سے ہٹ کر ہوگا، اور یہ لوگ ان حکام کو اس سے منع نہیں کریں گے، تو ان پر اللہ کی لعنت ہے"۔

"يكون عليكم أمراء إن عصيتموهم قتلوكم وإن أطعتموهم أكفروكم"۔

"تمہارے اوپر ایسے امراء ہوں گے کہ اگر تم نے ان کی بات نہ مانی تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے، اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی، تو وہ تمہیں کافر بنا دیں گے"۔

خواہشات کی بنا پر اللہ کی شریعت کا انکار کرنا:

اللہ کی شریعت کا انکار کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان سب کچھ جاننے کے باوجود محض خواہشات کی بنیاد پر حق کا انکار کرتا ہے اور باطل کو باطل تسلیم کرنے سے گریز کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿...أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾ (البقرة: ٨٧)

"...سو جب بھی تمہارے پاس تمہارے رسول وہ شریعت لے کر آئے جو تمہارے نفس کو اچھی نہیں لگتی تھی، تو ایک فریق (یعنی بعض رسولوں) کو تم نے جھٹلا دیا اور ایک کو تم قتل کرتے ہو"۔

﴿الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا...﴾ (إبراهيم: ٣)

"وہ لوگ جو آخرت کے مقابلہ دنیا پسند کرتے ہیں، اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور اللہ کے راستے میں کجی ڈھونڈتے ہیں..."۔

دنیا میں لذتیں اڑانا، عہدوں کے مزے لوٹنا، گرفتاری کے خوف سے باطل کوحق ثابت کردینا، عارضی دنیا کو بچانے کے لیے ابدی آخرت کے سودے کو مصلحت کا نام دے دینا، یہی تو دنیا کی محبت ہے۔ اور اللہ کے راستے سے روکنا یہ ہے کہ اللہ کے دین کو نافذ نہ ہونے دیا جائے، شریعت کی ہدایت کے مقابلے جمہوریت کی ضلالت کو پسند کیا جائے، جمہوریت کے کفر کی تحسین و تعریف کی جائے، اورنفاذِشریعت کے طریقے میں کیڑے نکا لے جائیں۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں:

"جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا انکارکرکے غیراللہ کے احکامات کو اختیارکرتا ہے، وہ خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے"۔

محمدابن سیرینؒ نے فرمایا:

" إن أسرع الناس ردة أهل الأهواء"۔

"لوگوں میں سب سے زیادہ تیزی سے مرتد ہوجانے والے، خواہش پرست ہیں"۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ "اکفار الملحدین" میں فرماتے ہیں:

"کفرکی ایک نئی قسم، محض خواہشِ نفس اور سرکشی کی بناء پر انکارکرنا:

حافظ ابن تیمیہؒ "الصارم المسلول" میں ص:۵۲۴پر فرماتے ہیں:

کبھی انکاروتکذیب (عدمِ قبول) ان تمام امور کے یقینی علم کے بعد، جن پر ایمان لانا ضروری ہے، محض سرکشی و سرتابی یا نفسانی اغراض کے اتباع پر مبنی ہوتا ہے، اور یہ حقیقت میں کفرہے۔ اس لیے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے متعلق وہ سب کچھ جانتا ہے جن کی خبر دی گئی ہے، اور دل میں ان تمام امور کی تصدیق بھی کرتا ہے جن کی مومنین تصدیق کرتے ہیں، لیکن صرف اس وجہ سے کہ (احکامِ شرعیہ) اس کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں ہیں، ان کو ناپسند کرتا ہےاور ان سے ناخوش و ناراض ہے اور کہتا ہے کہ، "میں تو ان کو نہیں مانتا اور نہ میں ان کا پابند ہوں، بلکہ میں تو اس حق کو قہر و غضب کی نظر سے دیکھتا ہوں، اور نفرت کرتا ہوں"۔ پس یہ کفرکی ایک نئی قسم ہے (کہ دل میں تو ایمان ہے اور زبان پرکفر) جو پہلی قسم سے مختلف ہے، اور اصولِ دین کے اعتبار سے اس کا کفر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔ قرآن اس قسم کے معاندین و متکبرین کی تکفیر سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ ایسے کافروں کی سزا اور کافروں سے زیادہ سخت ہے"۔

اس لیے جو شخص بھی جمہوریت کے کفرکو اچھی طرح پہچان لے اور نفاذِ شریعت کی حق راہ کو بھی جان لے، اس کو چاہیے کہ ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق کوحق اورباطل کوباطل تسلیم کرے اور قدرت کے بقدراس کا اعلانیہ اظہاربھی کرے۔

جمہوری نظام کے تحت مخلص ہو کر نفاذِ شریعت کے لیے کوشش کرنا؟

اگریہ کہا جائے کہ جو لوگ اس نظام کے ذریعے اسلامی نظام کے لیے جدوجہد کررہے ہیں، وہ تو مخلص ہیں، لہٰذا ان کو اس کا اجر ملے گا؟

ایسا سمجھنا نفس کا دھوکہ اور شیطان کا بدعملی کو ان کے سامنے خوب صورت بنا کر پیش کرنا ہے۔اگر کوئی بھی عمل جو اچھے مقصد کے لیے اخلاصِ نیت کے ساتھ کیا جائے،عند اللہ مقبول ہوتا تو پھر کفار کے بتوں کے پوجنے کے عمل کو کفر کیوں کہا گیا جو اپنے گمان کے مطابق ان بتوں کو اس لیے پوجتے تھے کہ وہ اللہ کا قرب حاصل کریں۔وہ کہتے تھے:﴿هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾،کہ " یہ بت اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔

اور کہتے، ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾، "ہم تو ان بتوں کو صرف اسی لیے پوجتے ہیں کہ یہ بت ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں"۔

وہ بھی تو ان بتوں کو اسی لیے پوجتے تھے کہ وہ ان کے ذریعہ اللہ کے مقرب بن جائیں،لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو کفر قرار دیا۔

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی بھی عمل اس وقت تک اچھا عمل یعنی نیکی نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں دو باتیں نہ پائی جائیں۔ اول، صرف اللہ کی رضا مقصود ہو، دوم، یہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہو۔

فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

"العمل الحسن هو أخلصه، وأصوبه. قالوا: يا أبا علي! ما أخلصه، وأصوبه؟ قال: إن العمل إذا كان خالصًا ولم يكن صوابًا لم يقبل، وإذا كان صوابًا ولم يكن خالصًا لم يقبل؛ حتى يكون خالصًا صوابًا. والخالص ما كان لله، والصواب ما كان على السنة"۔

"نیک عمل وہ ہے جو اخلاص والا اور درست ہو۔ لوگوں نے پوچھا، اے ابو علی! یہ اخلاص والا اور درست عمل کون سا ہوتا ہے؟ (فضیل بن عیاضؒ نے) فرمایا: بے شک عمل اگر خالص ہو اور درست نہ ہو، تو وہ قبول نہیں کیا جاتا، اور جب درست ہو لیکن خالص نہ ہو تو وہ بھی قبول نہیں کیا جاتا...... خالص عمل وہ ہے جو صرف اللہ کے لیے ہو، اور درست عمل وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو"۔

آقائے مدنی ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"۔

"جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ عمل رد کر دیا جائے گا"۔

ارشادِ رب کریم ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا﴾(الفرقان : ٢٣)

"اور ہم پہنچے ان کے اعمال پر جو انہوں نے کیے تھے پھر ہم نے ان کو خاک کے اڑتے ذرے بنا ڈالا"۔

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"...فكل عمل لا يكون خالصاً وعلى الشريعة المرضية فهو باطل..."۔

" یعنی ہر وہ عمل جو خالص نہ ہو اور اللہ کی شریعت کے مطابق نہ ہو وہ باطل ہے"۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۞ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۞تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً ۞ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ﴾ (الغاشية:

(۲-۵)
"کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں، محنت کرنے والے تھکے ہوئے، گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایاجائے گا"۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے کام کرتے ہوں گے جن کو وہ ثواب کا کام سمجھتے ہوں گے، چنانچہ وہ خود کو ان کاموں میں دن رات تھکاتے ہوں گے، لیکن چونکہ وہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے راستے سے ہٹ کر ہوگا، اس لیے اللہ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۞ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (الکہف: ۱۰۳، ۱۰۴)

"آپ کہہ دیجیے، کیا میں تمہیں اعمال کے اعتبار سے نقصان میں پڑنے والوں کا بتاؤں، جن کی کوششیں دنیا ہی میں رائیگاں گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں"۔

اسی طرح سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا﴾(النساء: ۶۲)

"وہ (منافقین جو اپنے فیصلے غیر اللہ کے قانون سے کراتے ہیں) ان کو جب ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور ملاپ کا تھا"۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ:

"(منافقین کا کہنا تھا کہ) آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ لے جانے سے ہمارا مقصد نیکی کا تھا، نہ کہ برائی کا، اور دونوں جھگڑا کرنے والوں کے مابین صلح کرانے کا تھا، نہ کہ آپ کی مخالفت کا"۔

غیر اسلامی راستے سے اسلام کا غلبہ ممکن نہیں:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ...﴾(النساء : ۱۱۵)

"اور جو کوئی رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا، بعد اس کے کہ اس کے سامنے ہدایت واضح ہو چکی، اور اہلِ ایمان کے راستے سے ہٹ کر چلے گا، ہم اس کو اسی کے حوالہ کردیں گے جس کو اس نے اپنا بنایا ہے، اور ہم اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے......"۔

علامہ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أي ومن سلك غير طريق الشريعة التي جاء بها الرسول صلى الله عليه وسلم فصار في شق"۔

"یعنی جو کوئی محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے ہٹ کر کسی اور راستہ پر چلا، تو وہ محمد

ﷺ سے مخالفت میں پڑ گیا"۔

یعنی غیر اسلامی راستے سے اسلام کیسے آسکتا ہے؟ وہ تو محمد ﷺ کے راستے سے ہٹ کر پہلے ہی رسول ﷺ کی مخالفت مول لے بیٹھا، اور جو رسول ﷺ کی مخالفت مول لے لے،اس کو دنیا و آخرت میں کون کامیاب کرسکتا ہے؟ ایسوں کا انجام بقولِ شاعر

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

جو چاہے دیکھ لے، الجزائر تا فلپائن عبرت کی داستانیں بکھری ہوئی ہیں۔جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے راستے سے ہٹ کر اسلامی انقلاب لانا چاہا، ان کا کیا بنا؟ الجزائر کے بعد اب مصر کی عبرت ناک کہانی بھی نگاہوں کے سامنے ہے! اگرچہ آج بعض ممالک میں بعض قوتوں کو اسلام کے نام پر اقتدار مل گیا ہے، لیکن اسلام آج بھی جمہوریت کی پارلیمنٹ کا محتاج ہے۔جس طرح اسلام کو منظور کرانے کے لیے پہلے دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں،انقلاب آنے کے بعد بھی محمد ﷺ کی شریعت پارلیمنٹ کی منظوری کی محتاج بنی ہوئی ہے۔سو یاد رکھنا چاہیے کہ کسی نام نہاد مذہبی جماعت کو اقتدار مل جانے کا نام اسلامی انقلاب نہیں۔اسلامی انقلاب کی نظیر دیکھنی ہو تو افغانستان میں طالبان کے نظام کو دیکھ لیتے !

ابن جریر طبریؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"وَيَتَّبِع طَرِيقًا غَيْر طَرِيق أَهْل التَّصْدِيق, وَيَسْلُك مِنْهَاجًا غَيْر مِنْهَاجهمْ, وَذَلِكَ هُوَ الْكُفْر بِاَللَّهِ, لِأَنَّ الْكُفْر بِاَللَّهِ وَرَسُوله غَيْر سَبِيل الْمُؤْمِنِينَ وَغَيْر مِنْهَاجهمْ "۔

"اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے پر چلے، اور ان کے منہج کے علاوہ کسی منہج کو اختیار کرے،یہ اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنا، اہلِ ایمان کا راستہ اور ان کا منہج نہیں ہے"۔

کیا اس جمہوریت کے باطل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا راستہ نہیں ہے؟ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اس مقدس جماعت نے قتال فی سبیل اللہ کا راستہ اختیار کیا، جبکہ جمہوریت تو اس قتال فی سبیل اللہ کو حرام قرار دیتی ہے۔

نُوَلِّہ ما تَوَلّیٰ کا مطلب اور اہلِ جمہوریت کے لیے عبرت:

علامہ ابن کثیرؒ اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں:

"جب کوئی (اس شریعت کے علاوہ) کسی اور راستے پر چلتا ہے تو ہم اس کو اسی پر اس طرح چلا دیتے ہیں۔ اس کے دل میں اس راستے کو خوب صورت بنا دیتے ہیں اور مزین کردیتے ہیں، استدراج کے طور پر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [مجھے اور اس بات کا انکار کرنے والوں کو چھوڑ دیجیے، میں ان کو آہستہ آہستہ جہنم کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا] ...... اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: [کہ جب وہ شک میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو شک میں ڈال دیا] "۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"أي نجعله في الدنيا واليا لما تولى من الضلال"۔

"یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہے، ہم دنیا میں اس گمراہی کو اس کا دوست بنا دیتے ہیں"۔

خلافت کا قیام چھوڑ کر اس کفریہ جمہوری نظام میں مگن لوگوں کی گمراہی کا سبب یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ شیطان نے اس جمہوریت کے راستے کو ان کے سامنے اس قدر خوب صورت بنا دیا ہے کہ اس کو چھوڑنے کا اب تصور بھی نہیں کرسکتے، مگر وہ جو حق کا طلب گار ہو۔

جمہوریت کے جھنڈے اٹھانا حرام ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ"۔

"جس نے اندھے جھنڈے (یعنی جن کی حقیقت ہی لوگوں پر واضح نہ ہو) کے تحت قتال کیا، کسی تعصب کی وجہ سے غصہ ہوا، یا کسی عصبیت کی طرف لوگوں کو بلایا، یا تعصب کی بنیاد پر کسی کی مدد کی، اور (ان کاموں کے کرتے ہوئے) مارا گیا، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی"۔

مفتئ اعظم دارالعلوم دیوبند، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، "فتاویٰ محمودیہ" میں سوال نمبر ۷۴۵۱ کے جواب میں فرماتے ہیں (یہ سوال جمہوری انتخابات سے متعلق تھا):

"حضورِ اکرم ﷺ کا جھنڈا اسلام کو بلند کرنے اور کفر کو شکست دینے کے لیے تھا،کیا آپ کے انتخابات میں بھی یہی مقصود ہے؟کیا یہ سب جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کا اسی طرح مقابلہ کرتی ہیں جس طرح اسلام وکفر کا مقابلہ تھا، کہ ہر ایک اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا اور دوسرے کے جھنڈے کو کفر کا جھنڈا قراردے؟ العیاذ باللہ۔اور کیا یہ انتخابات مروجہ طریقہ پر کرنا اسلامی تعلیمات وہدایات کے تحت ہے،اور ان میں اسلامی احکام اور شرعی حدود کی رعایت کی جاتی ہے؟ ایک دوسرے کے خلاف تذلیل، تحقیر، تفسیق، تضحیک، تجہیل، تکذیب، افتراء، بہتان، غیبت...... کون سا گندا حربہ ایسا ہے جو استعمال نہیں کیا جاتا؟ بسا اوقات تکفیر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔پھر اس سب کو اسلامی جھنڈے کے تحت کرنا، اور ہر ایک کا اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا کہنا تو بہت ہی معیوب اور اسلام کو بدنام کرنا ہے"۔

(حررہ العبد محمود حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند)

جمہوریت کفر ہے لیکن اس نظام میں شامل سب لوگ کافر نہیں!

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت ایک مستقل دین ہے،چنانچہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کھلا انکار ہے۔لیکن اس سے یہ مطلب لینا ہرگز درست نہیں ہو گا کہ جو شخص بھی اس نظام میں شریک نظر آئے اس پر آنکھیں بند کر کے کفر کا حکم لگا دیا جائے۔کیونکہ کسی مسلمان کے قول

یا عمل کا کفرہونا ایک مسئلہ ہے اور اس قول یا فعل کے ارتکاب کے سبب خود اس شخص کو کافر قرار دینا دوسرا مسئلہ ۔ اس نازک اور اہم فرق کی طرف متوجہ نہ ہونے اور افراد پر کفر کا حکم لگانے میں بے احتیاطی کرنے سے وہ غلو جنم لیتا ہے جسے نبی ﷺ نے امتوں کی ہلاکت کا باعث قرار دیا۔

ارشادِ نبیء کریم ﷺ ہے:
"یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ"۔
"اے لوگو! خبردار! دین میں غلو سے بچنا! کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا"۔

محمد ﷺ کی شریعت میں یہ مستقل ایک بحث ہے جس کو تکفیرِ مطلق اور تکفیرِ معیّن کہا جاتا ہے۔ اور اس کی احتیاطیں بھی علماء نے بیان فرمائی ہیں۔

۱. تکفیرِ مطلق:کسی کفریہ قول یا فعل کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ کفر ہے۔اس میں اس قول یا فعل کاعام حکم بیان کیا جاتا ہے، کسی فرد کو خاص نہیں کیا جاتا ۔
۲. تکفیرِ معیّن:کسی کفریہ قول یا فعل کے مرتکب شخص کو خاص کرکے اس کو کافر کہنا۔اس میں خاص فرد پر حکم لگایا جاتا ہے۔

موانعِ تکفیر (کسی خاص کلمہ گو کو کافر قرار دینے کی احتیاطیں):

موانعِ تکفیر سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جو کسی مرتکبِ کفر شخص کو کافر ہونے سے بچاتی ہیں۔ اگر کوئی کفریہ قول یا فعل کسی مسلمان سے سرزد ہوجائے تو شریعت ان پر ایک دم کافر ہونے کا حکم نہیں لگاتی بلکہ کچھ توقف کرتی ہے،یعنی کسی مسلمان کے کفریہ قول و فعل کے باوجود اس کو ایک دم کافر نہیں کہتی۔ بلکہ اس صورت میں بھی چند باتیں ایسی ہیں جو اس کو کافر ہونے سے بچا سکتی ہیں، جن میں سے اہم موانع کی طرف مختصر اشارہ یہاں کیے دیتے ہیں:

أ. عذرِ جہل:
جہالت یعنی لاعلمی کا عذر کسی مسلمان سے کفریہ قول یا کفر کا ارتکاب ہونے کے باوجود بہت سی صورتوں میں خود اس مسلمان کو کافر قرار دینے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس بات کو تمام اہلِ علم نے فتوے کے اصول و آداب میں نقل کیا ہے ۔ پھر بالخصوص جمہوریت جیسے مبنی بر دجل نظام کی بحث میں جہاں جمہوریت کی حقیقی شکل اور اس کے شرعی حکم سے جاہل ہونے کے بیسیوں اسباب آج موجود ہیں، بہت سے نامور علماء اس کے حق میں فتاویٰ دے چکے ہیں جس کے سبب عوام مغالطے میں پڑگئے ہیں، جمہوریت کی مخالفت کرنے والے علماء کے بزور گلے گھونٹ کر ان کی آواز عام مسلمان تک پہنچنے سے روکی جا رہی ہے...... ان سب حالات کو سامنے رکھا جائے تو یقیناً کسی فرد کے جمہوریت کو درست سمجھنے یا جمہوری نظام میں شامل ہونے کی بناء پر اسے کافر قرار دینے سے قبل جہالت کے عذر کو سامنے رکھنا مفتی کی اہم ذمہ داری ہے۔کم از کم جو

لوگ اس نظام کی حقیقت کو نہیں سمجھتے یا اس کا کفران پر واضح نہیں ہوا،وہ معذور قرار دیئے جائیں گے اور اگرچہ وہ ایک نہایت خطرناک جرم میں مبتلا ہیں لیکن ان پر کفر کا فتوی لگانے سے قبل توقف اختیار کرنا، تحقیق کرنا اور جہل دور کرنا ضروری ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں:

"الاشباہ والنظائر" کے فن 'الجمع والفرق' میں اور 'الیتیمہ' میں مذکور ہے:

"جس شخص نے اپنی جہالت کی بناء پر یہ گمان کر لیا کہ جو حرام و ممنوع فعل میں نے کیے ہیں وہ میرے لیے حلال و جائز ہیں، تو اگر وہ (افعال و اعمال) ان امور میں سے ہیں جن کا دینِ رسول اللہ ﷺ سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے (یعنی ضروریاتِ دین میں سے ہیں) تو اس شخص کو کافر کہا جائے گا، ورنہ نہیں"۔

ب. اکراہ یعنی مجبوری:

کسی کفر کو کرنے کے لیے جان سے مارنے یا جسم کا اساسی عضو تلف کرنے کی دھمکی دی جائے اور غالب گمان بھی یہ ہو کہ اگر اس نے کلمۂ کفر نہیں کہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا یا اس کے جسم کا کوئی اساسی عضو تلف کر دیا جائے گا،ایسی صورت میں کلمۂ کفر اس شرط کے ساتھ کہنے کی اجازت ہے کہ اس کا دل ایمان پر جما ہوا اور مطمئن ہو۔ہاں، افضل یہی ہے کہ کلمۂ کفر کی بجائے وہ شہید ہو جانے کو ترجیح دے۔ایسے جبر کو شریعت کی اصطلاح میں "اکراہ" کہتے ہیں۔ البتہ واضح رہے کہ "مجبوری" (اکراہ) کی وجہ سے ہر جرم کے ارتکاب کی اجازت نہیں دی جا سکتی، جیساکہ اپنی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے مسلمان کی ناحق جان لینا، اپنا ملک بچانے کے لیے دیگر مسلمانوں کے خلاف کافروں کا ساتھ دینا وغیرہ؛ مجبوری کا عذر بنا کر یہ سب شنیع اعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔ پس اکراہ بھی کسی کی تکفیر میں مانع ہو سکتا ہے، یہ ایک مفصل بحث ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ج. تاویل کا عذر:

کسی مسلمان میں کفریہ چیز پائی جانے کے باوجود اس کو کافر قرار دیئے جانے میں ایک رکاوٹ "تاویل" بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی کا یہ تاویل کر کے جمہوریت میں اترنا کہ اگرچہ وہ اس نظام کو غلط سمجھتا ہے لیکن چونکہ اس کے خیال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں بچا اس لیے وہ اس کے ذریعے سے شریعت لانے کی کوشش کرے گا۔ اگرچہ ہمیں اس تاویل سے اختلاف ہے اور اس تاویل کو غلط ثابت کرنے کے لیے درجنوں دلائل دینا ممکن ہے ، اور اگرچہ اس تاویل کے ساتھ بھی اس غلیظ کفریہ نظام میں شریک ہونا ایک سنگین جرم ہے، لیکن یہ تاویل بہت سی صورتوں میں جمہوریت میں شریک شخص کو کافر قرار دیئے جانے سے روک دیتی ہے ۔ یہی تاویل وہ فرق ہے جو سیکولر دین دشمن جماعتوں اور جمہوریت میں شریک دینی جماعتوں میں فرق کرنے کا باعث ہے۔ اور یہ تفریق کرنا اور سب کو بلا تفریق ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے سے رکنا ضروری بھی ہے۔ الغرض، تاویل بھی کسی کو کافر قرار دینے میں مانع ہو سکتی ہے،البتہ شریعت میں اس کی تفصیل بھی موجود ہے کہ کون سی تاویل قابلِ قبول ہے اور کن مواقع پر۔

کسی پر کفر کا حکم لگانا عام آدمی کا کام نہیں :

بعض موانعِ تکفیر کا بیان ہم نے یہاں اختصار سے کردیا تا کہ ہمارے قارئین اس فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ کتاب میں دی گئی ساری بحث بنیادی طور پر اس نظامِ جمہوریت و دینِ جمہوریت کا کفر ثابت کررہی ہے۔ لیکن اس میں شریک متعین افراد یا جماعتوں پر حکم لگانا یہاں ہمارے پیشِ نظر نہیں۔ نیز جمہوریت کو کفر کہنے سے سیدھا یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں کسی بھی سطح پر اور کسی بھی انداز سے شریک ہونے والے تمام لوگ ہمارے نزدیک بلا تفریق دین سے خارج ہوگئے ہیں۔ یہ نہ تو ہم نے کہا ہے اور نہ ایسی غیر محتاط اور مبنی بر غلو آراء اختیار کرنا مجاہدین کا طریقہ ہے۔ اس کتاب سے ایسا کوئی مفہوم اخذ کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔ ہاں، ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ اپنی محبوب اُمت کو جمہوریت کی خطرناکی سے اچھی طرح خبردار کریں اور جمہوریت کا اصل بھیانک ایمان شکن چہرہ کھول کھول کر اُمت کے سامنے رکھیں تا کہ وہ اس موذی مرض سے خود کو محفوظ کرے اور اس کے خلاف جدو جہد کرے۔

نیز یہاں قارئین کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ مبارک فرمان بھی رہنا چاہیے کہ :
"إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا"۔
" جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو یہ کفر ان دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹے گا"۔
اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو کافر کہا گیا ہے، اگر اس میں واقعی کوئی کفریہ بات ہے تو پھر تو وہ کافر ہے، لیکن اگر اس میں کوئی کفریہ بات نہیں ہے، اور اس نے بغیر تحقیق کے اس کو کافر کہہ دیا، تو پھر اب یہ کہنے والا خود ایک بہت سنگین گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"لا يجتمع رجلان في الجنة أحدهما قال لأخيه: يا كافر"۔
"وہ دو آدمی جنت میں اکٹھے نہیں ہوں گے جن میں سے ایک نے دوسرے مسلمان بھائی کو کافر کہا"۔
یعنی جس کسی نے کسی مسلمان کو کافر کہا (جس کے اندر کوئی کفریہ بات نہیں تھی) تو یہ کہنے والا ایسا عمل کر گیا جو اسے جنت سے محروم کرسکتا ہے۔
پس اگر کوئی شخص کسی کفر میں مبتلا ہے تو عام آدمی اس وقت تک اس کو کافر نہ کہے جب تک علمائے حق اس کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیں، البتہ اس کفریہ عمل کو کفر ضرور کہا جائے گا۔

یوں تکفیر کی بحث کے اعتبار سے لوگوں کو ہم تین درجوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

أ. عام مسلمان: کسی بھی عام مسلمان کے لیے (خواہ مجاہد ہی کیوں نہ ہو)، جائز نہیں کہ وہ ان مباحث کو پڑھ کر عام لوگوں پر یا کسی عالم پر کفر کے فتوے لگاتا پھرے۔ ایسا کرنا یقیناً اس کے ایمان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ لہٰذا غیر عالم کو صرف اتنا کرنا ہے کہ خود کو

اور اپنے گھروالوں اور اقارب کواس کفرسے بچانا ہے،نہ کہ دوسروں پرحکم لگانا۔

ب. عالم:اہلِ علم حضرات خود کو اس کفر سے بچائیں اور جمہوریت کا کفرلوگوں کے سامنے بیان کریں۔ البتہ کسی خاص جماعت، افراد یاکسی عالم پرکفرکا حکم لگانا ہرعالمِ دین کا کام بھی نہیں کیونکہ اس کام کے لیے علم میں گہرائی و رسوخ کی ایک خاص سطح درکارہے، جو کم کم علماء کو میسر ہوتی ہے۔

ج. محقق علماء:کسی کو کافر کہنا، یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ انتہائی نازک مسئلہ ہے۔ چنانچہ محقق علماء ہی اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کریں اورقیامت کے دن کتمانِ حق کے جرم میں پکڑ لیے جانے سے ڈریں۔ دلی جذبات، نفسانی خواہشات، ذاتی رغبتوں، سب کو ایک طرف رکھ کرعلمی قواعد اور فتوے کے آداب و اُصولوں کے مطابق حق کو ہرحال میں بیان کریں، خواہ اہلِ اقتداراور خود ہی الٰہ و رب بن جانے والوں کوکتنا ہی ناگوارکیوں نہ لگے۔ایک دن سب کومعبودِ حقیقی کے سامنے جا کھڑا ہونا ہے، کامیاب وہی ہے جو اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرجائے اور دنیا کی ہرقوت کے خوف سے آزاد ہوجائے۔ آج بھی موت و زندگی وہی بانٹتا ہے، ہرچیز پر اسی کی بادشاہت ہے۔ جیلوں میں زہر کے ٹیکے لگانے والے، علمائے حق اور مجاہدین کوشہید کر کے سڑکوں پرپھینک دینے والے کچھ بھی نہیں۔

جمہوریت اور بعض علماء:

یہاں یہ سوال یقیناً کیا جائے گا کہ اگریہ جمہوریت کفرہے توپھربعض علمائے کرام اس نظام میں کیوں شریک ہوتے ہیں، اور ان کا کیا حکم ہے؟
وہ علماء جو اس نظام میں شریک ہوئے اور اب اس دنیا سے جا چکے، ان کے بارے میں ہم یہی کہیں گے کہ ان پراس جمہوری نظام کا کفرواضح نہیں ہوا تھا۔ لہٰذاشریعت میں یہ ایک عذرہے، اور عذر کے ہوتے ہوئے کسی خاص شخص کی تکفیرنہیں کی جاسکتی۔ نیزان میں سے کئی مشہور شخصیات کے بارے میں یہ شہادتیں بھی موجود ہیں کہ آخرمیں انہوں نے اس جمہوریت سے برأت کی تھی۔
کسی کفرکا ظاہرہونا نہ ہونا، اس کفرکا کسی پر پہلے ظاہرہونا کسی پربعد میں،یہ کسی کے تقویٰ اور علم کے منافی نہیں۔ اس بحث میں یہ کہنا بے کاربات ہے کہ اگرجمہوریت کفرہوتی تو تمام بڑے علماء اس کوکفرکیوں نہیں کہتے؟
یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کوواضح کرنے اوردینِ مبین پر آنے والے گرد وغبارکوصاف کرنے کے لیے ہردور میں مخصوص شخصیات کا انتخا ب فرمایا،جواللہ کا فضل ہے جس کو مل جائے۔
سیدنا عمرفاروق رضی اللہ عنہ، جن کوجبریل امین نے حق وباطل کوالگ کرنے والے (فاروق) کا خطاب دیا، لیکن مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جب سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کا اعلان فرمایا توعمرفاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، کیا آپ ان لوگوں سے قتال کریں گے جوکلمہ پڑھتے ہیں؟ بعد میں خود ہی فرماتے ہیں کہ اللہ نے ابوبکرکے سینے کوکھول دیا تھا۔ اس واقعہ کی وجہ سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کم نہیں ہو سکتی، لیکن یہ اللہ کی سنت ہے کہ پہلے مرحلے میں کسی ایک شخص یا ایک جماعت کے سینے پر رحمت کی تجلیات پڑتی ہیں۔

تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھیے۔خلافت کو نبوت کے طریقے پر لانے کے لیے سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ، فتنۂ خلقِ قرآن میں امام احمد بن حنبلؒ، صلیبیوں کے فتنے کے خلاف سلطان صلاح الدین ایوبیؒ، عالمِ اسلام کوفتنۂ تاتار کے اثرات سے بچانے کے لیے شیخ الاسلام، مجاہدِ میدان، حق پر جیل اور جیل سے ملاقاتِ محبوب کی طرف رحلت کرنے والا، امام ابو حنیفہؒ و امام احمد بن حنبلؒ کا سچا جانشین...... امام ابن تیمیہؒ، دینِ اکبری کے خلاف مجدد الف ثانیؒ، برِصغیر میں حکومتی زوال کو علم و یقین کی قوت سے مستحکم کرنے والا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، اسلامی ہند میں شریعت کی خاطر جہاد و قتال کی بناء ڈالنے والا سید احمد بریلویؒ، طاقت ور دشمن کے مقابلے عددی قوت کے عذر کو رد کر کے شاملی کے میدان میں نکل کھڑے ہونے والا قاسم نانوتویؒ، شیعیت کے اس چھپے کفر کو ظاہر کرنے والا حق نواز جھنگویؒ، جبکہ شیعیت اہلِ سنت کے گھروں میں نقب لگانے میں کامیاب ہو چکی تھی، قرآن و سنت کی طرز پر خالص اسلامی ریاست قائم کرنے والا امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، جبکہ اہلِ علم بھی اس کے عملی قیام سے مایوس ہو چکے تھے اور خلافت کو درس و تدریس سے بھی خارج کیا جا چکا تھا...... أنا ربکم الاعلیٰ کہنے والے فرعون، امریکہ کو للکار کر اس کا غرور پنٹاگون و ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ملبے میں دفنا دینے والا شہیدِ امت، اسامہ بن لادنؒ، پرویز مشرف اور اس کی فوج کے کفر کو للکارنے والا، امامِ وقت...... غازی عبد الرشید شہیدؒ...... فہرست تو بہت طویل ہے، لیکن میری قوم اگر ان چند ہی کے احسانات کا قرض اتار سکے!

یہ تمام تاریخ ہمیں یہ سمجھانے کے لیے کافی ہونی چاہیے کہ ہر دور میں کسی بھی فتنے کے خلاف ابتداء میں کسی ایک ہی شخصیت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔اس کے بعد آسمانوں میں ان کی قبولیت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ سو سعادت و خوش قسمتی ہوتی ہے ان کے لیے جو حق و باطل کے واضح ہو جانے کے بعد باطل سے بغاوت کر کے حق والوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں، اور بدبختی و شقاوت ان کے حصہ میں آتی ہے جو صرف عناد و ہٹ دھرمی میں حق کو قبول نہیں کرتے۔

چنانچہ جمہوریت کو صرف اس وجہ سے کفر نہ ماننا کہ بڑے بڑے علماء نے اس کو کفر نہیں کہا، کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم علماء پر لعن طعن شروع کر دیں۔

علامہ ذہبی ؒ فرماتے ہیں:

”إن الكبير من أئمة العلم إذا كثر صوابه وعُلم تحرّيه للحق واتساع علمه، وظهر ذكاؤه وعرف صلاحه وورعه واتباعه، تغفر زلاته ولا نضلله ونطرحه وننسى محاسنه، نعم ولا نقتدي به في بدعته وخطئه ونرجو له التوبة من ذلک“۔

”اکابر علماء اور ائمہء علم میں سے جس کی بیشتر آراء کی درستی، اس کی حق تک پہنچنے کی تڑپ، علم کی وسعت، ذہانت و فہم کی گہرائی، دین داری و تقویٰ اور اتباعِ حق کا جذبہ معلوم ہو، اس کی غلطیوں سے درگزر کیا جائے گا اور نہ تو اسے گمراہ کہا جائے گا، نہ ہی اٹھا کر پھینک دیا جائے گا اور نہ ہی اس (کی غلطیوں کے سبب اس) کے محاسن بھلائے جائیں گے۔ ہاں، مگر ہم اس کی بدعت یا اس کی خطاء میں اس کی اتباع نہیں کریں گے اور اللہ سے امید رکھیں گے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے“۔

چنانچہ جوعلماء اس جمہوریت میں شریک ہوئے،اور اب اس دنیا میں نہیں رہے، ان کے بارے میں

ہم یہی کہیں گے کہ اِس کا کفر اُن پر کھلا نہیں تھا۔ نیز اس بحث کو طول دینا نہ ہماری دعوت کے لیے فائدہ مند ہے اور نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے، اس معاملے میں بھی ہمیں اپنے اسلاف کا دامنِ اعتدال نہیں چھوڑنا چاہیے جو ایسے امور میں بس اتنا جواب دے دیتے کہ، "تلک أمة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم"، (وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، جو انہوں نے کیا وہ ان کے لیے، اور جو کچھ تم کرو گے وہ تمہارے ساتھ جائے گا)۔ اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہم خود کو اور اپنے گھر والوں کو اس کفر سے بچانے کی کوشش کریں۔

مسئلۂ تکفیر میں علماء کے مابین نرمی اور شدت کی حقیقت:

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے اس بات کو بہت آسان الفاظ میں سمجھایا ہے۔ فرماتے ہیں:
"اور یا یہ اختلاف اربابِ تصانیف کے اختلافِ حالات پر مبنی ہے۔ چنانچہ جس مصنف کا جس گمراہ فرقے سے سابقہ پڑا، اور اسے ان کی گمراہی کی تہہ تک پہنچنے کا موقع ملا، اور ان کے فاسد عقائد واعمال سے دین کو نقصان پہنچنے کا اسے علم ویقین ہوا، اس نے ان کے بارے میں شدت اختیار کی، اور ایسی شدید تردید کی کہ دھجیاں اڑا دیں اور نام ونشان تک باقی نہ رہنے دیا۔ اور جس مصنف کو ایسا سابقہ نہیں پڑا، اور گمراہی کی گہرائی تک پہنچنے کا موقع نہ ملا، اس نے ازروئے احتیاط، مسلمان اور اہلِ قبلہ سمجھ کر بربنا اصل، کافرکہنے سے احتراز کیا"۔

عوام کے لیے علماء کی اتباع کا ضابطہ...

اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں عوام کیا کریں؟عام مسلمان دیکھتا ہے کہ اس جمہوریت کا جھنڈا اٹھانے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو علماء کہاجاتاہے۔ بلکہ ان کے پیچھے چلنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔
اس بارے میں مفتی شفیع صاحبؒ نے انتہائی عمدہ بات بیان فرمائی ہے۔معارف القرآن ،سورۂ مائدہ میں ان آیات کی تفسیر کے بعد معارف و مسائل میں فرماتے ہیں:
"اس میں جس طرح تحریف کرنے والوں اور احکامِ خدا و رسول میں غلط چیزیں شامل کرنے والوں کے لیے وعیدیں ہیں،اسی طرح ان لوگوں کو بھی سخت مجرم قراردیا ہے جو ایسے لوگوں کو امام بنا کر موضوع اور غلط روایات سننے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کے لیے ایک اہم اصولی ہدایت یہ ہے کہ اگرچہ جاہل عوام کے لیے دین پر عمل کرنے کا راستہ صرف یہی ہے کہ علماء کے فتوے اور تعلیم پرعمل کریں،لیکن اس ذمہ داری سے عوام بھی بری نہیں کہ فتویٰ لینے اور عمل کرنے سے پہلے اپنے مقتداؤں کے متعلق اتنی تو تحقیق کرلیں جتنی کوئی بیمارکسی ڈاکٹر یا حکیم سے رجوع کرنے سے پہلے کیا کرتا ہے، کہ جاننے والوں سے تحقیق کرتا ہے کہ اس مرض کے لیے کون سا ڈاکٹرماہرہے، کون سا حکیم اچھا ہے، اس کی ڈگریاں کیا کیاہیں،اس کے مطب میں جانے والے اور اس کے زیرِعلاج لوگوں پرکیا گزرتی ہے......اپنی امکانی تحقیق کے بعد بھی

اگر وہ کسی غلط ڈاکٹریا حکیم کے جال میں پھنس گیا یا اس نے کوئی غلطی کردی،توعقلاء کے نزدیک وہ قابلِ ملامت نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص بلا تحقیق کسی عطائی کے جال میں جا پھنسا اور پھر کسی مصیبت میں گرفتارہوا،توعقلاء کے نزدیک وہ خود اپنی خودکشی کا ذمہ دار ہے۔یہی حال عوام کے لیے دینی امور کے بارے میں ہے"۔

غیر اسلامی نظاموں نے دنیا کو کیا دیا:

عقلی طور پربھی اگراس جمہوری نظام کودیکھاجائے توصاف پتہ چلتا ہے کہ یہ انسانیت دشمن نظام ہے۔ اس میں ایک مخصوص طبقے کے مفادات کا تحفظ کیاجاتا ہے، یہی اقلیتی طبقہ ہر ملک میں حکمرانی کرتا ہے، جبکہ عوام کی حالت کولہو کے اس بیل کی سی ہوتی ہے جو سالہا سال کولہو میں جتا رہتا ہے، وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ سفرکٹ رہا ہے اور وہ جانبِ منزل رواں دواں ہے،لیکن جب آنکھیں کھلتی ہیں تو وہیں کا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں سے سفرشروع کیا تھا۔ اس نظام میں نام اگرچہ عوامی حکمرانی کا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں موجود ایک اقلیتی طبقے نے اس نظام کے ذریعے عوام کوبھیڑ بکریوں کی طرح ہنکایا ہوا ہے۔ اہلِ یورپ کی حالت یہ ہے کہ ان کا بچہ بچہ ملٹی نیشنلز کے سود خوروں کا مقروض ہے؟ زمینیں ان کی ملکیت سے نکل چکی ہیں، غذائی مواد پرعیسائیت کے دشمنوں کا قبضہ ہے،یہاں تک کہ پینے کے پانی تک پربھی ملٹی نیشنلز کی اجارہ داری ہے۔خود امریکی عوام کواس نظام کے ذریعے انہی قوتوں نے اس کتے کی طرح بنا کر رکھا ہے جس کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مالک (ملٹی نیشنلز) کے مفادات کی نگہبانی کرتا رہے۔ مالک کے دشمنوں پر بھونکنا، ان پرجھپٹنا اور مالک کے لیے لڑنا...... صرف اس قیمت پرکہ ان کا مالک ان کوچند ہڈیاں ڈال دیتا ہے۔

امریکی عوام بھی ملٹی نیشنلز کے لیے پالتو کتے کا کام کر رہی ہے۔ جہاں ان کے آقا چاہتے ہیں ان کو جھونک دیتے ہیں۔ یہ جمہوری نظام کا کارنامہ ہے جہاں اصل حکمران دو فیصد اقلیتی طبقہ ہوتا ہے۔ نیزاس نظام کی یہ خاصیت ہے کہ یہ صرف محکوم قوموں کے جسموں پر ہی حکمرانی نہیں کرتا، بلکہ ان کی سوچ و افکاراور نظریات و خیالات بھی جمہوریت کی غلامی میں لت پت ہوتے ہیں۔ چنانچہ محکوم عوام کوصرف نعروں، وعدوں اورتخیلات کی دنیا میں مگن رکھاجاتاہے۔

جمہوری نظام کی اس جدید تاریخ کا مطالعہ کیجیے اور بتائیے کہ یورپ و امریکہ سمیت اس نظام نے عام انسان کوکیا دیا؟ اللہ تعالیٰ سے جنگ کر کے آخرت توتباہ کی ہی، دنیا میں بھی کیا ملا...... ذلت و رسوائی، انسانیت کی دشمن قوم کی غلامی، چرچ پر یہود کی بالادستی، دو عالمی جنگیں، کروڑوں انسانوں کا قتل، امریکہ میں کروڑوں ریڈ انڈین کی نسل کشی، آسٹریلیا میں اس کے اصل باشندوں کا مکمل خاتمہ، یہودی ساہوکاروں کی محتاجی، انسان کے اجتماعی معاملات میں مذہبی تعلیمات کا خاتمہ، آزادی کے نام پرگھروں اور معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ۔

یہ ایسا ظالمانہ نظام ہے جس کے ذریعے عوام الناس کومقتدرقوتیں کولہو کے بیل کی طرح ہنکائے چلی جاتی ہیں۔جس طرح کولہو کے بیل کی آنکھوں پر پٹی باندھ کراس کوکولہو میں جوت دیا جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ منزل طے کررہا ہے لیکن جب آنکھیں کھلتی ہیں تو بے چارہ وہیں کا وہیں کھڑا ہوتا ہے۔ یہی حال جدید دور کے انسان کا ہے، جویہودی ساہوکاروں کے بنائے نظام کے کولہو میں سالہا سال سے جتا ہوا ہے لیکن بے فائدہ۔ اس نظام کے چلانے والے عوام کو یہی دھوکہ دیتے رہتے ہیں کہ منزل قریب آ رہی ہے، لیکن چارپانچ سال بعد عوام کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں

کہ جہاں سے سفر شروع کیا تھا ابھی بھی وہیں ہیں، بلکہ اور بھی پیچھے۔

جمہوریت رہے یا آمریت، نظام تو ایک ہی ہے...... عوام کو بے وقوف بنا کر مقتدر قوتوں کو مزید طاقتور بنانا۔ ہر شخص اگر پیچھے پلٹ کر دیکھے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ان نظاموں سے اس کو کیا ملا۔

جہاں تک تعلق امتِ مسلمہ کا ہے تو خلافت سے محروم ہونے کے بعد یہ امت اس جدید نظام میں یتیمی کی زندگی گزار رہی ہے جہاں اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ جو آتا ہے دلاسے دیتا ہے، پچکارتا ہے اور لوٹ جاتا ہے، پھر جمہوریت کے حسن بازار میں کوئی نیا چہرہ نمودار ہوتا ہے، عوام کے لطیف جذبات کو چھیڑتا ہے، جوش دلاتا ہے اور پھر ڈنک مار کر چلتا بنتا ہے۔
عالمِ اسلام پر ایسے ناپاک طبقے کو مسلط کر دیا گیا ہے جو ہماری زبان سے زیادہ اپنے گورے آقاؤں کی زبان، تہذیب اور انہی کی ثقافت کا دلدادہ ہے۔ جس امت کو خلافتِ اسلامیہ کی چھتری تلے زندگی گزارنی فرض تھی، آج وہ امت اقوامِ متحدہ کی عالمی کفریہ حکومت کے تحت زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بین الاقوامی سودی مالیاتی اداروں کے تحت اس کا کاروبار و روزگار ہوتا ہے...... اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو نظامِ زندگی بنانے کا حق دیا گیا ہے...... اللہ کے قرآن کو اتنا کم تر ثابت کیا کہ جب تک انسانوں کی بنائی پارلیمنٹ اس کو منظور نہ کر دے تب تک اللہ کی سچی کتاب کے قوانین کو آئین کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا...... اللہ کے قانون کے علاوہ سے فیصلہ کرنے والی عدالتوں کو پولیس و فوج کی قوت سے محمد ﷺ کی اُمت پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس نظام نے عالمِ اسلام کو دیا کیا ہے؟

اسلامی شان و شوکت کی جگہ امریکہ و بھارت کی غلامی...... صنعت و ٹیکنالوجی پر بالادستی کی بجائے معاشی و اقتصادی زبوں حالی......؟ دنیا پر حکمرانی تو کجا خود اپنے ملکوں میں بھی ان کے انگریز آقا ان پر حکومت کرتے ہیں...... انگریز کا پیدا کردہ وہ طبقہ جن میں سے کئی ایک کا تو شجرۂ نسب بھی محفوظ نہیں؟ اس طبقے کو پورے عالمِ اسلام پر اس طرح مسلط کیا گیا ہے کہ وہ اس سے جونک کی طرح چمٹا ہوا ہے۔ ملک لوٹتے ہیں...... قوم کو بیچ ڈالتے ہیں، ملی غیرت کو عالمی منڈی میں نیلام کرتے ہیں اور پھر "باعزت طریقے" سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ یہ نظام تیس تیس سال ان کی حفاظت کرتا ہے...... کبھی نظام کو بچانا پڑے تو ان کٹھ پتلیوں کی بلی بھی چڑھا دی جاتی ہے۔
یہ جمہوری نظام ہی ہے جس نے علماء کو معاشرے کا کم تر فرد بنا کر رکھ دیا ہے جبکہ فساق و فجار کو معزز، مہذب اور ممتاز (Elite) قرار دیا گیا۔ جو اللہ کے قانون سے جاہل ہے وہ جج بنا اور اللہ کے قانون کے عالم کو فیصلے کا اختیار تک نہیں دیا...... اس نظام نے شریفوں سے ان کی شرافت چھین لی...... آزادی کے نام پر معاشرے کو بے حیائی، فحاشی و عریانی کے جوہڑ میں جا گرایا...... اخلاقی قدروں سے محروم کیا...... باعزت اور سفید پوش گھرانوں کی عورتوں کو گھر سے نکلنے پر مجبور کیا...... جس عورت کو اسلام گھر کی ملکہ اور شہزادی کا درجہ دیتا ہے، اس نظام نے اس کو مردوں کی حیوانی خواہشات کی تسکین کا سامان فراہم کرنے والی ایک مشین بنا دیا...... یہی وہ انسانیت کا دشمن نظام ہے جس نے متوسط طبقے کے گھر کے سکون کو تباہ و

برباد کر کے رکھ دیا ہے۔

مسلمانوں سے دو وقت کی روٹی کس نے چھینی؟ جب دنیا میں خلافت قائم تھی تو برّصغیر کا مسلم صنعت کار دنیا پر چھایا ہوا تھا...... اس وقت سارا یورپ خوراک کے لیے بھی ہمارے کاشت کار کا محتاج تھا...... جبکہ جمہوریت نے نہ صنعت چھوڑی نہ زراعت...... ملک کی بڑی بڑی صنعتیں ٹھپ ہو گئیں...... زراعت تباہ و برباد ہو گئی...... ہم زرعی ملک ہونے کے باوجود چاول، گندم اور چینی کو رو تے ہیں...... نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ روزگار ختم ہو گئے...... ایک عام دکاندار کی دکانداری تک کو تباہ کر دیا گیا۔

عوام کے پاس پینے کے لیے پانی نہیں، بھوک سے بلکتے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کھانا نہیں، راشن ہو بھی تو کھانا پکانے کے لیے گیس نہیں...... جبکہ مقتدر طبقے کے بچے صبح سے شام تک صرف پیزا اور برگر پر پانچ سے دس ہزار تک اڑا دیں...... پانی کی جگہ جوس پئیں...... کھانا مانگیں تو موتی ملیں...... کیا اس ملک کے عوام بھی انسان نہیں؟ کیا وہ قوم کی ماؤں کی کوکھ سے جنم لینے والے کیڑے مکوڑے ہیں؟

عوام اپنا حق مانگنے کے لیے سڑکوں پر نکلیں تو ڈنڈے کھائیں، پولیس ہمارے سفید ریش بزرگوں کو سڑکوں پر یوں گھسیٹے جیسے بھارتی پولیس...... فوج ہمارے ہی بچوں کو سرِ عام شاہراہوں پر کھڑا کر کے گولیوں سے بھون ڈالے گویا پاکستان نہیں مقبوضہ کشمیر ہو...... ملک وہ لوٹیں، بہنوں بیٹیوں کو وہ بیچیں، ملک سے غداری وہ کریں اور جیلیں ہم کاٹیں...... عدالتوں میں ہم رسوا ہوں، چور ہمیں لوٹیں، ڈاکو گھر خالی کر جائیں، فوج اور پولیس ان کی حفاظت کرے۔ امریکی اس قوم کے بچوں پر ڈرون سے میزائل برسائیں، بھرے بازاروں میں لہو بہائیں اور یہ فوج و پولیس ان کی حفاظت کرے اور ڈالر لے، ان کو حفاظتی حصار میں لے کر باعزت طریقے سے ان کے گھروں کو روانہ کرے، لاشیں ہماری گریں، اقتدار ان کو ملے، چولہے ہمارے بجھیں، ان کے صرف ایک کچن پر چھبیس کروڑ خرچ ہوں، عوام کے گھروں میں اندھیرا ہی اندھیرا...... ان کے محلات ایسے روشن کہ غریبوں کی آنکھیں ہی چندھیا جائیں...... عوام سے ان کی جھونپڑی بھی چھیننا چاہتے ہیں اور اپنے بچوں کے لیے ہر بڑے شہر میں ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام پر محلّات...... یہ سب ایک ہی ٹولہ ہے...... سب ایک دوسرے کے محافظ...... فوج سیاست دانوں کی، سیاست دان فوج کے...... بیوروکریسی اور عدلیہ...... اور جمہوریت ان سب کی......

اے پروردگار! یہ ظاہراً آپس میں لڑتے ہیں لیکن عوام کو لوٹنے پر سب کا اتفاق ہے۔ تھانوں میں عوام لٹے...... عدالتوں کچہریوں میں عوام رسوا ہو...... پٹواری ڈاکے ڈالیں...... بجلی والے بل کی صورت میں دستی بم گھر میں پھینک کر چلے جائیں...... گیس والے گیس دیتے نہیں لیکن حکمران طبقے کے گھروں کا بل بھی عوام ہی سے وصول کرتے ہیں...... بینکوں نے گھروں سے اور عورتوں کو زیور تک سے محروم کر دیا...... یہ طبقہ وہ ہے جو زلزلہ و سیلاب کے متاثرین کے لیے آنے والی امداد بھی خود ہی کھا جاتا ہے......

کیا پرانے چہروں کے چلے جانے اور نئے چہروں کے آجانے سے عوام کے دکھ درد ختم ہو جائیں گے؟ کیا وہ بیوروکریسی جس کے منہ کو مسلمانوں کا خون لگ گیا ہے، باز آجائے گی؟ کیا فوجی اشرافیہ، جرنیل جنھوں نے ہر بڑے شہر میں اپنی سو نسلوں تک کے لیے محلّات بنا رکھے ہیں وہ اس سب سے دست بردار ہو جائیں گے؟ کیا یہ سیاست دان جو ایک دوسرے کے رشتے دار، داماد، سالے، بہنوئی ہیں، یوں ہی اس عوام کی جان چھوڑ دیں گے؟

ہرگزنہیں...... ہرگزنہیں۔ اصل خرابی کی جڑ نظام ہے۔ اس نظام کے رہتے ہوئے کوئی داڑھی والا بھی اگر ملک کا اقتدار حاصل کر لے تب بھی ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ نظام عالمی ابلیسی نظام سے جڑا ہے جہاں سے اس کو زندہ رہنے کے لیے امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو بھی آئے گا وہ اسی نظام کا بندہ بنے گا...... شراب کے پرمٹ بٹتے رہیں گے......رشوت ترقی کرے گی...... جمہوریت کے بندے اللہ سے جنگ یعنی سودی کاروبار جاری رکھیں گے......اس کی حفاظت کے لیے ریاستی ادارے چاق و چوبند رہیں گے......

ہمیں نئے چہروں نئے مہروں کی ضرورت نہیں ہے...... یہ ہمارے بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتے...... یاد رکھو! جنھوں نے بچپن سے کبھی فاقے کی تکلیف برداشت نہ کی ہو وہ تمہارے فاقوں کے درد کو محسوس نہیں کرسکتے...... جن کا اپنا دل کبھی ٹوٹا ہی نہ ہو وہ تمہارے بچوں کے دل ٹوٹنے کا احساس کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ آکسفورڈ و امریکہ سے پڑھ کر آنے والی حکمران طبقوں کی اولادیں ...... یہ وہاں اس دنیا کو رنگین بنانے کے ہنر سیکھ کر آتے ہیں...... بچپن ہی سے اس ماحول میں گندگی،شراب و شباب نے ان کی انسانی شرافت، اخلاقی اقدار، دینی غیرت، حتیٰ کہ رشتوں کے تقدس کو ختم کردیا ہوتا ہے...... یہ صرف خواہشات کے غلام ہوتے ہیں، خواہ اس کے لیے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے...... یہ سوداگر ہوتے ہیں ہر اس چیز کے جس کی منڈی میں قیمت لگ سکتی ہو......۔

لہٰذا ہر ایک کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نئے چہرے اور نئے نعرے آ جانے سے اس ملک کی تقدیر نہیں بدلے گی۔ بلکہ اگر کوئی نیا چہرہ اسی نظام کی بات کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ نیا ڈاکو ہے جس کو امریکہ نے اس عوام کو مزید لوٹنے کے لیے پرمٹ جاری کیا ہے۔ کیونکہ مہنگائی و بے روزگاری کا تعلق بین الاقوامی ابلیسی نظام کے ہاتھ میں ہے جس نے پوری امتِ مسلمہ کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ آئی ایم ایف، عالمی بینک اور ان کا مسلط کیا ہوا یہ موجودہ نظام...... امریکہ، اقوامِ متحدہ اور ان کا بدمعاشی سے مسلط کیا ہوا یہ نظام اصل خرابی کی جڑ ہے...... ہمارے وسائل پر ان کا قبضہ ہے...... محنت ہماری فائدہ ان کا...... زمینیں ہماری فصلیں ان کی ہیں......

اصل خرابی نظام کی ہے۔ یہ نظام تمہارا دشمن ہے...... تمہارے دین کا دشمن...... تمہارے بچوں کا دشمن...... نئے چہرے اور خوب صورت نعرے دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا۔

یہ سب وہ تحفے ہیں جو اس نظام نے دیئے ہیں جس میں دو فیصد اقلیتی طبقہ حکمرانی کرتا ہے۔ یہی وہ جمہوریت کا انتقام ہے جو عالمی ساہوکار قوتیں (ملٹی نیشنلز) اپنے دو دشمنوں (رومن کیتھولک عیسائی اور مسلمان) سے لے رہی ہیں۔ اور یہ انتقام اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک انسانیت اس شیطانی نظام سے بغاوت کر کے اللہ کے بنائے نظامِ حکومت (خلافت) کے سائے میں پناہ نہیں لے لیتی۔

جمہوریت ایک ایسا سراب ہے جس کو پانی سمجھ کر پیاسا اس کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے لیکن پانی ہو تو ہاتھ آئے۔ یہ وہ تاریک بھول بھلیاں ہیں جس میں داخل ہونے کے بعد انسان منزل ہی نہیں راہ بھی گم کر بیٹھتا ہے۔

آج انسانیت اپنی راہ ہی گم کر بیٹھی ہے، اور اس وقت تک سیدھی راہ پر نہیں آ سکتی جب تک

کہ خلافت کے نور سے اپنے راستوں کو روشن نہ کر لے۔ اس وقت عالمِ انسانیت کو اگر کوئی اندھیروں، تاریکیوں اور ان غاروں سے نکال سکتا ہے تو وہ اللہ کا بھیجا ہوا نظام ہے...... قرآن و سنت کا نظام...... یہ نظامِ خلافت ہے......صرف اللہ کا بھیجا ہوا نظام جو فرشتوں کے سردار انبیاء کے سردار کے پاس لے کر آئے...... باقی سب دجل، جھوٹ و فریب ہے۔

ہمیں ایک ایسا نظام چاہیے جو ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیتا ہو...... ایسا نظام جس میں امیر و غریب، حاکم وعوام، سب کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا جاتا ہو...... ایسا نظام جس میں حاکم بادشاہ نہ ہو بلکہ عوام کا خادم ہو...... جس کے جسم پر لاکھوں کی کوٹ پتلون نہیں بلکہ پیوند لگے کپڑے ہوں...... جو اپنی عوام سے نوالہ چھیننے کی بجائے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اپنی عوام کو کھلائے...... بیوہ و مساکین کے لیے اپنی کمر پر بوری لاد کر لے جائے اور اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کرے...... جو راتوں کو شراب کے نشے میں دھت ہو کر قوم کا سودا نہ کرے بلکہ اپنی نیند قربان کر کے راتوں کو اس قوم کے لیے آہ و زاری کرے ، فکرمند رہے کہ کہیں اس کی رعایا میں کوئی بھوکا تو نہیں سو گیا کہ قیامت کے دن اس کو پکڑ لیا جائے......

سو اٹھو! اب ہمیں اس نظام کو اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ خالی مظاہروں اور دھرنوں سے ان خونخواروں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا...... مع بچوں کے خودکشیاں بھی ان کے دل کو نرم نہیں کر سکتیں...... اٹھو اور اس آگ کو ان کے محلات تک پہنچا دو جو انہوں نے تمہارے سینوں میں سلگائی ہے......

اے میری قوم کے جوانو!

کب تک اپنی ہی آگ میں خود کو اور اپنی جوانی کو جلاتے رہو گے؟ گھروں سے نکلو...... مدرسوں اور اسکول کالج سے باہر آؤ اور اس نظام کے ذرے ذرے کو بھسم کر کے رکھ دو...... ان امریکی و بھارتی ایجنٹوں سے آزادی حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے...... احیائے خلافت...... خلافت کا قیام جو اس امت پر صرف مستحب یا سنت نہیں بلکہ فرض ہے...... بغیر خلافت کے یہ امت یتیم ہے......

ادارہ

Al-Basirah